البلاغ القاسمی

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟

مصنف

مولانا احمد حسین قاسمی حفظہ اللہ

PUBLICATIONS
AL IDRAAK — Naved Ahmad

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟ قسط 3

6/20/2026 08:37:00 PM

باسمہ تعالی عز اسمہ

====================================

حفاظت قرآن کا زبردست قدرتی نظام

سطور ماقبل میں ہم نے پچھلی آسمانی کتابوں (تورات انجیل، زبور) کا حال بیان کیا کہ ان کتب سماویہ میں اس انتہائی درجے تک تحریفات کی گئیں کہ آج صرف ان کتب کا نام باقی رہا حقائق مکمل ناپید ہوکر رہ گئے (الا ما شاء ألله)

اسکےبرعکس قرآن مقدس امام الانبیاء سرور کونین، خاتم المرسلین، سید الاولین و الآخرین، احمدمجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، اس کی حفاظت کے لئے ماقبل النزول ومابعد النزول من جانب اللہ متعدد قدرتی نظام بنائے گئے، جسکے تحت قرآن مقدس کو تا قیامت من وعن اسکے زیر و زبر اور حرکات وسکنات بلکہ اسکےمخصوص لب ولہجہ کیساتھ محفوظ کردیاگیا، فللہ الحمدوالشکرلہ

حفاظت قرآن کا نظام اول

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تک شیاطین آسمانی خبروں کو آسمان سے نیچے بادلوں کی اوٹ میں چھپ کر سن لیا کرتے تھے جس کی صورت روایات صحیحہ میں اس طرح بیان کی گئی ہے،

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھانےفرمایا: میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ملائکہ عنان یعنی بادل میں اترتے ہیں اور کسی ایسےامر کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان پر ہوچکا ہوتا ہے۔ شیاطین چوری سے اس کو سن لیتے ہیں اور کاہنوں کے پاس پہنچ کر ان کوبتادیتےہیں،کاہن اس ایک بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آسمان پر اللہ کسی بات کا حکم دیتا ہےتو عجز وانقیاد کے طور پر فرشتے اپنے پر پھڑ پھڑاتےہیں"اور ایک گنگناہٹ پیداہوتی

ہے" جیسے کسی پتھر کی چٹان پر زنجیر لگنےسے پیدا ہوتی ہے۔ جب کلام ختم ہو جاتا ہے تو فرشتے باہم پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا ؟ دوسرے فرشتے جواب دیتےہیں جوکچھ فرمایا حق ہے۔اللہ بزرگ وبرتر ہے۔اس بات کوچوری سے سننے والے سن لیتےہیں اور یکےبعد دیگرے ہر اوپر والا نیچے والے کو پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ سب سے آخر والا کاہن یاساحر کی زبان پر اس بات کو ڈالدیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ جھوٹ ملا دیتا ہے، کبھی نیچے والے شیطان تک اس قول کو پہنچانے سے پہلے ہی انگارا بالائی شیطان کو آ پکڑتا ہے" اور اس طرح راز محفوظ رہتا ہے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ پروردگار جب کسی بات کاحکم جاری کرتا ہے توعرش کو اٹھانے والے ملائکہ سبحان اللہ کہتے ہیں" غلغلۂ تسبیح بلند کرتے ہیں" پھر ان سے متصل آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ اس نچلے آسمان والوں تک تسبیح کی نوبت آتی ہے،عرش کواٹھانے والے کہتےہیں، تمہارے رب نےکیا فرمایا؟ دوسرےبتاتے ہیں، اسی طرح سب آسمان والے باہم پوچھتے اور جواب دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بات اس آسمان(آسمان دنیا) تک پہنچ جاتی ہے،اور شیطان جو کچھ چوری سے سن لیتے ہیں اسے اپنے دوستوں"یعنی کاہنوں اور ساحروں"پر لاکر مار دیتے ہیں۔اب اگر وہ لوگ ویسا ہی بیان کردیں جیسی وہ ہوتی ہے تووہ بات ٹھیک ہوتی ہے، لیکن وہ تو اس میں مبالغہ کرتے ہیں اور کچھ بڑھا دیتے ہیں۔(مسلم)

یہ دو احادیث یا انکے ہم معنی دوسری احادیث جو آئی ہیں انکا معنی شاید یہی ہےکہ وہ بات آسمان دنیا تک ملائکہ کے

ذریعہ پہنچتی ہے،پھر آسمان دنیا والےملائکہ باہم تذکرہ کرتے ہوئے بادلوں تک اتر آتے ہیں، اور جنات وہاں اس بات کو جھپٹ لیتے ہیں۔ اور بادلوں سے نیچے شیاطین مسلسل قطار در قطار چھپے ہوتے ہیں، ہر اوپر پر والا اپنے نیچےوالے سےوہ بات کہتا ہے، اسی دوران کوئی ٹوٹنے والا تارا اس پر انگارے کی طرح آپڑتا ہے' واللہ اعلم'

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے"فوجدنھا ملئت حرسا شدیدا و شھبا" آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو قوی نگرانوں یعنی ملائکہ سے جو آسمان تک پہنچنے سے روکتے ہیں اور ٹوٹنے والے شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔ (مظہری)

یہ بات جنات نےاسوقت کہاجب حسب معمول وہ آسمانی خبریں سننے کے لئے آسمان کی طرف گئے مگر پہلے کی طرح آسمان کی باتیں سننےکی آزادی انھیں نہیں ملی بلکہ سختی کےساتھ روک دیاگیا، اور شعلوں سے مار کر بھگا دیا گیا،

خلاصہ روایات یہ ہے کہ! نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن مقدس سے پہلے تک کے حالات یہ تھے کہ جنات کو آسمانی خبروں کے سننے سے روکنے کا کوئی اہتمام وانتظام نہیں تھا، اور فرشتوں کی حالت اطاعت و انقیاد کی یہ ہوتی ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کو ئی بات ارشاد فرما تے ہیں تو فرشتے اطاعت کے واسطے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، پھر جب کلام مکمل ہو جاتا ہے تو آپس میں اسکا تذکرہ کرتےہیں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ہمارےرب نےکیاحکم ارشاد فرمایا؟ شیاطین فرشتوں

کی اسی گفتگو کوسن لیتے پھر وہ ایک سچ میں اپنی طرف سے سیکڑوں جھوٹ ملاکر کاہنوں کو بتلاتے، پھر کاہن اس میں اپنی طرف سے سیکڑوں جھوٹ شامل کرکے لوگوں کو بتاتے یہ سلسلہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کی بعثت سے پہلے تک ہی تھا، لیکن جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وحی کی حفاظت کے پیش نظر شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روکنے کا یہ قدرتی انتظام کیاگیا کہ اب جب شیاطین اپنی عادت سابقہ کے مطابق آسمان کی طرف وہاں کی خبریں سننے کے لئے گئے تو ان کو شہاب ثاقب کے گولوں سے مار کر بھگایا جانے لگا،

اس طرح نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا تاکہ وحی الٰہی شیاطین کی کسی بھی طرح کی رخنہ اندازی سے پاک وصاف رہے، جیساکہ ارشادربانی ہے" الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب"مگرجو اچک کر لے بھاگے کوئی آسمانی خبر تو ایک روشن ستارہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری ہے" انا كنا نقعد منها مقاعد للسمع'فمن يستمع الآن يجدله شهابا رصدا"جنات کی جماعت نے کہا، ہم آسمانوں میں سے سننے کی جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے پراب اگر کوئی سننےکی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے لئے پاتا ہے ایک دہکتا ہوا شعلہ گھات لگائے،

الغرض قرآن کریم، اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نازل ہونے والی وحی الٰہی کی حفاظت کا ایک قدرتی انتظام تو یہ کیا گیا! فالحمد للہ علی ذالک،،

حفاظت قرآن کا دوسرا نظام

قرآن مقدس کے علاوہ دیگر تمام کتب سماویہ کو کتب الہی تو کہا جائے گا، لیکن کلام الہی اگر بولا جائے تو بطور مجاز ہی بولا جا سکتا ہے حقیقتا نہیں! اس لئے کہ کلام اسے کہا جاتا ہے جو متکلم کی زبان سے ادا ہوکر نکلے، اور قرآن مقدس کے علاوہ دیگر آسمانی کتابوں میں سےکسی آسمانی کتاب کااللہ تبارک وتعالی نےبذات خود اپنی زبان مبارک سے تکلم نہیں فرمایا،چنانچہ تورات کاتکلم نہیں ہوا،بلکہ اسکو چند الواح پر لکھکر ان الواح کوحضرت موسی علیہ السلام کےسپرد کر دیا گیا، لہذا توراۃ کو کتاب خداوندی تو کہیں گے لیکن کلام خداوندی نہیں کہیں گے، کلام خداوندی اگر کہا جائے تو صرف بطور مجاز کہ سکتے ہیں حقیقی معنوں میں نہیں،،

اور انجیل کو اللہ تبارک و تعالی نے لکھ کر بھی نہیں دیابلکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے قلب پر مضا مین کا القاء فرما دیا، اور حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے الفاظ میں اسکاتکلم کیا، لہذاانجیل کوحقیقی معنی میں مضمون الہی کہا جائے گا، کلام الہی یا کتاب خدا وندی بطور مجاز کہ سکتے ہیں،

قرآن کر یم کا یہ خصوصی اعزاز ہے کہ اس کو ازاول تا آخر اللہ تبارک و تعالی نے بذات خود تکلم فرمایا ہے، قرآن مقدس کے ایک ایک لفظ اورایک ایک حرف کی اللہ جل شانہ نےخود تلاوت فرما کر جبریل امین کو سنایا اور جبریل امین نے من وعن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

سنایا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے من وعن امت کوسنایا، تو چونکہ اللہ تبارک و تعالی کی زبان مبارک سے قرآن مقدس کاتکلم واقع ہوا ہے، اور کلام اسے ہی کہتے ہیں جس کا متکلم خود تکلم کرے، اس لئے قرآن مقدس ہی حقیقتاً کلام الٰہی کہلانے کا حق دار ہے، باقی جو لکھ کر دے دیا گیا وہ کتاب تو ہے، لیکن کلام تو وہ مجازاً ہی کہلائے گا، اور جس کا محض إلقاء کر دیا گیا وہ اصل میں مضمون خداوندی ہے،کلام الٰہی یاکتاب خداوندی اسے مجازاً تو کہ سکتے ہیں حقیقتاً نہیں سکتے،

اور اللہ رب العزت کا خود تکلم کرنا بلا شبہ اس حقیقت کا آئینہ ہے کہ اس میں قرآن مقدس کے خصوصی اعزاز کے ساتھ اہتمام حفاظت کا بھی اہم اور خاصا مضبوط پہلو ہے، کیونکہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور کلام الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، اور جس طرح اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات با برکات قدیم ہے اسی طرح اس کی جملہ صفاف و کمالات بھی قدیم ہیں، جسکا لازمی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کےدیگر اوصاف وکمالات کیطرح اسکایہ کلام' قرآن مقدس بھی من وعن ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والاہے، اور دائما ہر قسم کی تحریفات اور تبدیلیو سے مکمل طور سے محفوظ ہے، اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے"لاتبدیل لکلمات اللہ" اللہ رب العزت کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا،

حفاظت قرآن کاتیسرا نظام

جب قرآن مقدس کا نزول شروع ہوا تو ابتداء میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کے جبریل امین کے سناکر چلے جانےکے بعد میں بھول جاؤں یا کسی قسم کی کمی بیشی ہو جائے، الفاظ و حروف میں کچھ رد و بدل ہو جائے، اسلئے جبریل امین جو پڑھتے اسکوآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی دہراتے اور بار بار پڑھنے لگتے، جس کیوجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کو خاصی مشقت اٹھانی پڑتی، اور مشقت کا ہونا ظاہر ہے، اسلئے کہ وحی کا بوجھ بذات خود انتہائی ثقیل اور بھاری ہوتا تھا، جیسا رویات میں ہے !

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم پر جب وحی اترتی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو جاتے تھے اور چہرۂ مبارک فق ہو جاتا تھا۔ ایک اور روایت میں آیاہےکہ حضورپاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی سر جھکا لیتے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی۔ جب کیفیت وحی زائل ہوجاتی تو سر اٹھاتے تھے۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے خدمت مبارکہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کس طرح آتی ہے؛ فرمایا : کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے، کیفیت وحی دور ہونے تک میں اسکو محفوظ کرچکا ہوتا ہوں، کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آکر کلام کرتا ہے، اور جو کچھ وہ کہتا ہے، میں یاد رکھتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی اتر رہی تھی، سخت سردی کا دن تھا، جب وحی منقطع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی پیشانی سے پسینہ پھوٹا پڑ رہا تھا۔ (متفق علیہ)

اب ظاہر ہے کہ وحی الہی کا یہ بھاری بھرکم بوجھ، اور اسکے ساتھ کان لگا کر غور اور توجہ سے سننا، پھر جبریل امین کے ساتھ ساتھ الفاظ کو بار بار رٹنا اور دھرنا اور دل ودماغ میں ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ محفوظ کرنے اور من وعن بیٹھانے کی فکر و سعی، اتنے سارے امور کو ایک ساتھ انجام دینے میں جتنی مشقت ہونی تھی وہ ظاہر ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اتنی مشقت میں کیسے چھوڑ سکتے تھے؟اسلئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا" لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ، ان علینا جمعہ وقرآنہ، فإذا قرأناہ فإتبع قرآنہ، ثم إن علینا بیانہ"قرآن پاک کو جلد از جلد یاد کرنے کی فکر میں آپ اپنی زبان مبارک کو حرکت نہ دیں، آپ کے سینہ مبارک میں اس قران کوجمع کردینا ہمارے ذمہ ہے اور آپکی زبان سےاسکو پڑھوا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے، یہاں تک تو بات ہوئی الفاظ قرآنی کے حفاظت کی، کیونکہ قرآءت الفاظ کی ہوتی ہے، آگےفرمایا" ثم ان علینا بیانہ" پھر اسکے مفہوم اور معنی کو بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے، اس میں معانی قرآن کے حفاطت کی بات ہوگئی، تو قرآن مقدس کے الفاظ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تبارک و تعالی نے خود لے رکھی ہے اور معانی قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تبارک وتعالی نے ہی خودلے رکھی ہے، اور اللہ تبارک

وتعالی کی حفاظت سےزیادہ مضبوط اور مستحکم حفاظت کس کی ہو سکتی ہے، یہ تو نزول قرآن کےوقت حفاظت کی بات ہوئی، اور تاقیامت من وعن حفاظت خداوندی کا وعدہ مستقل آیت میں موجود ہے، ارشادربانی ہے" إنا نحن نزلنا الذکر وإنا لہ لحافظون" ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں،

چنانچہ اس وعدہ خداوندی کے مطابق دور نبوت اور دور صحابہ سے لے کر آج تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف جماعتیں اور گروہ پیدا فرمائے، الفاظ قرآنی کی حفاظت کے ئے حفاظ کرام کا لشکر تیار کیا، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود سب سے پہلے مکمل حافظ قرآن ہوئے، پھر صحابہ کرام سے لیکر اب تک ہر دور اور زمانہ میں یہ تعداد سیکڑوں سے ہزاروں میں، ہزاروں سے لاکھوں میں اور لاکھوں سے کروڑوں میں بڑھتی چلی گئی، آج پوری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں حفاظ کرام موجود ہیں،ان میں سے ہر حافظ لشکر خداوندی کا سپاہی ہے،

قرآن مقدس کے لب و لہجہ،حرکات وسکنات اور مد و جزم کی حفاظت کے لئے قراء کی مستقل جماعت تیار ہوئی، معانئ قرآن کی حفاظت کے واسطے علماء عظام کا عظیم گروہ پیداہوا، احکام قرآنی اورکلام خداوندی سے مسائل کے استنباط استخراج کے لئے فقہاء عظام اور مفتیان کرام کا مکمل اور مستقل گروہ تیار ہوا، اور یہ ساری مبارک ترین جماعتیں دور نبوت سے آج تک تسلسل کے ساتھ بلا انقطاع موجود ہیں، اور تعداد بھی مرور ایام کے ساتھ ترتیب وار بڑھتی رہی، آج الحمد للہ ان میں سے ہر جماعت لاکھوں اور

کروڑوں کی تعداد میں پوری دنیا کے اندر موجود ہے اور تا قیامت إن شاء ألله اسی طرح اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود رہے گی، إن شاء ألله ثم إن شاء ألله،

حفاظت قرآن کا چوتھا نظام

جبریل امین جب بارگاہ خداوندی سے قرآن مقدس کو لے کر زمین کی طرف اترتے تو ایک تو جبریل بذات خود صفت شدید القوی،اورذی القوۃ المتین کےحامل ہیں، ان کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قوم لوط کی پوری آبادی جو سات بستیوں پر مشتمل تھی ان تمام کو ان کے جملہ مکانات اور پوری نا فرمان آبادی کے ساتھ تختہ زمین سے اکھاڑ اپنے ایک پر کے بل اوپر اٹھا کر آسمان کی بلندی تک لے گئے اور پھر وہاں سے پلٹ دیا، اس بے پناہ طاقت کے باوجود جب وہ قرآن کریم لے کر اترتے توان کے ساتھ ان کے اردگرد وحی کی حفاظت کے پیش نظرفرشتوں کی ایک جماعت اترتی، چنانچہ قرآن کریم کی بعض آیات اور سورتیں روایات حدیث کے مطابق اس شان سے نازل ہوئیں ہیں کہ ستر ستر ہزار فرشتے اس کے جلو میں اترے ہیں، یعنی ان آیات کے نزول پر جبریل امین کے ساتھ ستر ستر ہزار فر شتے آئے ہیں اس طرح کی حفاظت اور شان و شوکت کے ساتھ قرآن مقدس کا نزول ہوا ہے،

حفاظت قرآن کاپانچواں نظام

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں چار طریقوں سے قرآن کریم کو محفوظ کیا گیا،

ایک طریقہ تو یہ تھا کہ جب قرآن پاک نازل ہوتاتو آپ صلی اللہ علیہ و سلم بعض صحابہ کو بلا کر لکھا دیتےتھے، اور وحی الہی کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم یہ بھی کاتبین وحی کو بتلاتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد لکھو،

وحی لکھنے والےصحابہ کو کاتبین وحی کہتے ہیں جن کے نام کتابوں میں آج تک محفوظ ہیں، مثلا حضرت زید بن ثابت، اورحضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہما وغیرہ،

دوسری صورت یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم خود حافظ قرآن تھے جب رمضان المبارک آتا تو ہر رمضان میں جبریل امین کے ساتھ پورے قرآن کا دور فرماتے، یعنی جبریل امین آپ کو اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم جبریل امین کوپورا قرآن جس قدر نازل ہوا رہتا سناتے،

تیسری صورت یہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کےزمانےہی میں کئی ہزارصحابہ ایسے تھے جن کو پورا قرآن پاک حفظ یاد ہو گیا تھا،

نیز نبی پاک صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانے میں قرآن کو اس طرح بھی محفوظ کیا گیا کہ کسی نےچمڑے پرلکھا، کسی نے پتھر پر اور کسی نے پتوں پر،،

قرآن پاک کا اعجاز اور اللہ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ تو دیکھئے کہ اس چودھویں پندرھویں صدی کے اندر بھی پتوں پر لکھا ہوا قرآن موجود ہے، چنانچہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مجددی مدظلہ العالی اپناچشم دید واقعہ

بیان کرتے ہیں، کہ فقیر کو سمرقند جانے کا موقع میسر ہوا تو وہاں کی لائبریری میں لوہے کی تختیوں پر لکھا ہوا قرآن دیکھا، لائبریری کی انچارج نے ایک دوسرا نسخہ دکھایا اور کہنے لگی کہ یہ ایک نادر چیز ہے،جب فقیر نے دیکھا تو یقین کیجئے اسکے پتوں کی رگیں ابھی تک اس طرح صاف نظر آتی تھیں جیسے شیشم کے درخت کا پتہ سامنے رکھ لیں تو اس کے اندر کی رگیں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں فقیر نے انکو ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ درخت کے پتےہی تھےجنھیں کتابی شکل میں بندکیا گیا تھا، الحمد للہ پتوں پر لکھا ہوا قرآن پاک آج بھی موجود ہے،،

حفاطت قرآن کا چھٹا نظام

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کا واقعہ پیش آیا، یہ جنگ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی، جس میں قرآء اور حفاظ صحابہ کرام کافی خاصی تعداد

میں شہید ہوگئے، اسےدیکھتے ہوئےحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیرالمؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جنگ یمامہ میں جس طرح حفاظ شہید ہوئے اگر ایک دو جنگ میں اور ایسا ہو گیا تو قرآن پاک کی حفاظت کا مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے، اس لئے میری رائے یہ ہےکہ ابھی صحابہ کرام کی بڑی تعداد موجود ہے، ان کے پاس سے قرآن پاک کو لے لے کر یکجا کر لیا جائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! عمر اس کام

کی جرأت کیسے کر سکتے ہو جسے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حفاظت قرآن سے متعلق آئندہ پیش آنے والے ممکنہ اندیشوں اورخدشات کے حوالے سے اصرار کرتے رہے، یہانتک کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر ہو گیا، اور پھر کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انکے سامنے پوری بات رکھی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بھی وہی عرض کیا کہ! آپ حضرات ایسے کام کا ارادہ کیسے کر سکتے ہیں جسے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عمر کی رایے ہے اگر تم کرو تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی دباؤ نہیں، اورپھر دونوں حضرات حضرت زید کو اس کی ضرورت کا احساس دلاتے رہے، بالآخر ان کو بھی شرح صدر ہو گیا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ کام میرے لیے اتنا بھاری تھا کہ اگر مجھے یہ حکم دیا جاتا کہ اس پہاڑ کو توڑ کر یہاں سے وہاں منتقل کر دو تو یہ میرے آسان ہوتا، اس لیے کہ جس کام کا حکم مجھے دیا گیا ہے وہ ایسا کام تھا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے نہ تو خود کیا نہ کرنے کا حکم فرمایا،

بہر حال اس کام کے لئے ایک کمیٹی تیار کی گئی جس کے سربراہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، اور ان کی مدد کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ساتھ رکھا گیا، اور ان حضرات کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ قرآن پاک جس کسی کے پاس جتنا بھی لکھا ہوا ملے اسے

جمع کرو، ان حضرات نے پوری ایمان داری اور مکمل شوق وذوق سے قرآن مقدس کو جمع کرنا شروع کیا،اور ایک ایک صحابی کے پاس گئے جس کے پاس جس قدر تھا ان سے لے کر قرآن مقدس کوجمع کر لیا، اور جب سارا قرآن مقدس جمع ہوگیا تو اس کو چیک کیا گیا جس کے لیے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کومنتخب کیاگیا جنکو دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے"وأقرؤهم أبی ابن کعب" کا خطاب ذی یشان ملا ہوا ہے، چیکنگ کا یہ کام انھیں کی سربراہی میں انجام پایا، جس کا طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے مکتوبہ آیات کو باہم ایک دوسرے سے ملا کر چیک کیا گیا پھر اس مکتوبہ آیات کوحفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ قرآن پر پیش کر کے ملایا اور چیک کیا گیا،اس طرح پورے قرآن مقدس کوجو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مختلف اشیاء پر لکھ کر محفوظ کیا گیا تھا ایک جگہ جمع کردیا گیا، اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کویہ فخر حاصل ہواکہ وہ امت میں جمع قرآن کے شرف سے مشرف ہوئے،،

حفاظت قرآن کا ساتواں نظام

قرآن کریم توایک ہی لغت، لغت قریش پر نازل ہوا، لیکن عرب کے اندر مختلف قبائل تھے اور ان کی لغات میں باھم معمولی فرق تھا، اسلئے بعض قبائل کو لغت قریش پر قرآن پڑھنے میں دشواری ہوئی تو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم ہمیں لغت قریش پر قرآن پاک کے پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے لہذا ہمیں ہماری لغت

پر قرآن مقد س کو پڑ ھنے کی اجازت دے دیجائے چنانچہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نےان قبائل کو اپنی اپنی لغت پر قرآن پاک پڑھنے کی اجازت مرحمت فرما دی تو اب قرآن کریم سات سے دس لغات پر پڑھا جانے لگا جسے تجوید وقرأت کی اصطلاح میں سبعہ، عشرہ کہا جاتا ہے،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک مختلف لغات پر قرآن پڑھا جا رہا تھا لیکن جب اسلام عرب سے متجاوز ہوکر عجم میں پھیلا تو بعض علاقوں میں اسی مختلف لغات کی بنیادپر اختلافات ہونے لگے،جوجس لغت پر پڑھتا وہ اسی کو صحیح اور باقی لغات پر قرآن پڑھنے کو غلط کہتا،جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اسطرح لوگوں کے باهم اختلاف کی خبرپہونچی توقوی اندیشہ اس بات کا پیدا ہواکہ اگر اس اختلا ف کے سدباب کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار نہ کیا گیا تو آگے چل کر امت میں بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے لغت قریش پر جس پر قرآن پاک اترا ہے چار نسخے تیار کروائے اور ایک ایک نسخہ مملکت اسلامیہ کے چار الگ الگ صوبوں میں بھیج دیا اور جتنے نسخے لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات پر تھے ان کو پوری مملکت سے اپنے پاس طلب فرما لیا، آج ہمارے سامنے جو قرآن پاک ہے یہ اسی لغت قریش پر لکھا ہوا ہے جس پر نازل ہوا تھا،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ عظیم احسان فرمایا ہے کہ ایک بڑے انتشار اور بھیانک فتنے سے امت کو بچالیا، اور اسی مناسبت سے وہ بھی جامع القرآن کہلائے،

یہ ہے قرآن مقدس کا عظیم تقدس واحترام اور اس کی حفاظت کا بے مثال معجزانہ قدرتی اور غیبی نظام، کسی اور آسمانی یا غیر آسمانی کتاب کو اسکا عشر عشیر بھی حاصل نہیں،

یہ دوسری دلیل ہے مذہب اسلام کی دنیا کے تمام ادیان ومذاہب سماویہ وغیر سماویہ پر فوقیت وبرتری کی،کہ دنیا کی کسی قوم و ملت کے پاس اس کی مذہبی کتاب محفوظ اور خرد برد سے مامون نہیں سوائے ملت اسلامیہ کے، کہ ان کی کتاب قرآن مقدس من وعن جیسے نازل ہوئی تھی اسی طرح محفوظ ہے، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اسلام ہی دنیا کے تمام ادیان و مذاہب میں سب سے زیادہ پسندیدہ مذہب ہے، (فالحمدللہ)

ایک اہم اور خاص بات

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورخلافت میں جو چارنسخے قرآن کریم کے تیار کروائےاورمملکت اسلامیہ کےمختلف صوبوں میں بھیجا انمیں سے دو نسخے بعینہ آج بھی دنیا کےاندر موجود اور محفوظ ہیں ایک استنبول میں، دوسرا تاشقند میں،

چنانچہ حضرت پیر ذوالفقارنقشبندی مدظلہ بیان فرماتے ہیں: اس عاجز نے تاشقند والا نسخہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور فرماتے ہیں کہ کتابوں میں جو پڑھا تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کےوقت خون کے چھینٹے قرآن کے اس نسخے پر پڑے تھے جو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پڑھ رہے تھے اسکا

مشاہدہ بھی اس طرح ہوا کہ جب میں "فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم" والی آیت پر پہونچا تو ٹھیک اسی جگہ ایک دھبہ سا نظر آیا کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کےخون مبارک کا دھبہ ہے فالحمد للہ!عہد صحابہ میں لکھے ہوئے قرآن کے نسخے اس امت مرحومہ کے پاس آج بھی محفوظ ہیں

قرآن مقدس کے بارے میں معاندین کی شہادت

جرمنی کی میونخ یونیور سٹی کے اندر ایک شعبہ " ڈپارٹمنٹ آف تھیالوجی" کے نام سے مشہور ہے، اس کے پروفیسروں نے ایک بڑی رقم اس کام کےلئے مختص کیا کہ دنیا کے مختلف مقامات سے قرآن مقدس کے متعدد نسخے جمع کئےجائیں اور دیکھا جائے کہ ان میں باہم کچھ فرق ہےیا نہیں، چنانچہ دنیا کے کونے کونے سے قرآن مقدس کے ہزاروں نسخے انھوں نےجمع کئے اور پھر ان تمام نسخوں کو آپس میں ملا کر دیکھا تو کہیں ایک لفظ کایاایک حرف بلکہ ایک زیرزبر اورایک نقطہ کا بھی فرق ان کو نہیں ملا، اور جیسا اللہ تبارک وتعالی نےارشاد فرمایا ہے"إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحا فظون" کہ اس قران کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اس وعدہ خداوندی کا ان معاندین اسلام کو ان کے ذاتی تجربہ کی روشنی میں مشاہدہ ہوگیا،اور کیوں نہ ہوکہ خداوند عالم براہ راست اور بذات خودجس کامحافظ ونگراں ہو اسےدنیا جہان کی بھلا کون سی طاقت ہے جو مٹا سکے؟

قرآن کریم کی زبان بھی محفوظ

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اور جس وقت نازل ہوا اس وقت صرف ایک ہی ملک تھا ملک عرب! جہاں کی زبان عربی تھی اس لئے تنہا عرب ہی عربی زبان بولتے تھے، لیکن آج الحمد للہ اکیس ممالک میں عربی بولی جاتی ہے،

عربی زبان کی اس حیرت انگیز اشاعت کا سبب یہ ہوا کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے جب صحابہ اور تابعین عرب سے نکل کر دنیاکے اندر پھیلےتو وہ جن جن ملکوں اور صوبوں میں پہنچے تو عربی زبان سے اپنی والہانہ اور جذباتی محبت کی بنیاد پر"کہ عرب کی زبان عربی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زنان عربی، اسلام کی زبان عربی، اہل جنت کی زبان عربی" ان تمام حضرات نے کسی جگہ کی مقامی زبان کواختیار کرنا گوارا نہیں کیا اگرچہ ترجمان کے توسط سے گفتگو کرنی پڑی ہو ،

چنانچہ اس کا اندازہ ترمذی شریف ابواب السیر کی پہلی روایت سےبخوبی ہوتاہےجس میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لشکر کے کمانڈر تھے، حضرت کی مادری زبان فارسی تھی، اور لشکر نے فارس ہی کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا، قلعہ والے بھی فارسی بولنے والے، اور مسلمانوں کے کمانڈر کی مادری زبان بھی فارسی تھی، فوج نےکہا "الا ننهد اليهم" اگر آپکی اجازت ہو توہم ان پر دھاوا بول دیں، حضرت نے فرمایا رکو پہلے مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل کرنے کی مہلت دو، یعنی پہلے مجھے انکو اسلام کی دعوت دینےدو،چنانچہ ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ پر پہونچے،بات چیت شروع ہوئی، قلعہ والے اوپر سے

فارسی میں بات کر رہے ہیں، اور حضرت نیچے سے عربی میں گفتگو فرما رہےہیں، اور دونوں طرف سے ترجمان ترجمانی کا فرض ادا کرتا رہا، حضرت نے کہیں فارسی زبان کا ا ستعمال نہیں کیا،لیکن جب جزئے کی بات شروع ہوئی تو حضرت نے قرآن مقدس کی آیت تلاوت کی، جس میں ایک لفظ آتا ہے" وانتم صاغرون" اس کاترجمہ عام طور سے لوگ ایسا کرتے ہیں جو کہ بعض جگہ موقعہ کی نزاکت کے لحاظ سے مناسب نہیں ہوتا یعنی تم ذلیل ہو،جب یہ لفظ آیا تو حضرت نے خود اس کا انتہائی پیارا سا ترجمہ کیا" انتم غیر محمو دین" جس کا مطلب یہ تھاکہ تم اسلام کو قبول کرکےہمارے ساتھ ہمارے برابر کے ہو کر رہو، یہ تمھارے لئے بہتر رہے گا ورنہ ہمارے ملک میں جزیہ دےکر رہو لیکن یہ بات تمھارے لئے پسندیدہ نہیں ہے، اس سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہےکہ: ان حضرات کےدل میں عربی زبان کی کس قدر اہمیت اور قدر تھی کہ مادری زبان ہونے کے باوجود عربی کو چھوڑ کر فارسی میں بات کرنا گوارا نہیں کیا، بہر حال وہ حضرات جہاں جہاں گئے عربی زبان ہی استعمال کرتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہواکہ وہاں کےباشندوں کےدلوں کو عربی زبان کی جاذبیت، شیرینی وچاشنی نے اس قدر مسحور کیاکہ انھوں نے اپنی علاقائی زبانوں کو چھوڑ کر ' عرب سے آنے والے صحابہ اور تابعین سے سیکھ کر عربی زبان بولنا شروع کر دیا، پھر آہستہ آہستہ ان کی علاقائی زبان ناپید ہوگئ اور عربی زبان ہی انکی مادری اور علاقائی زبان بن گئ، اس طرح آج اکیس ملکوں میں عربی زبان بولی سمجھی اور لکھی جاتی ہے،

اس لئے ہم بجا طور پر فخر سے یہ کہ سکتے ہیں کہ قرآن مقدس کی زبان بھی محفوظ ہے،اور وہ بھی صرف محفوظ ہی نہیں، بلکہ ایک ملک سے نکل کر اکیس ملکوں کی ملکی علاقائی اور مادری زبان بن گئ، جبکہ اس کے بر عکس تورات و انجیل جو صرف نام کی حد تک باقی ہیں، وہ بھی اصل کتاب نہیں بلکہ انگریزی زبان کاترجمہ ہے ورنہ نہ تواصل کتاب کہیں موجودہےاور نہ ہی اسکی وہ (عبرانی اور سریانی) زبان جس میں یہ کتابیں نازل ہوئ تھیں،

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مقدس سےپہلے جو کتابیں اتریں، توراہ و انجیل و زبور، اور صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ وغیرہ، اور شر یعت اسلامیہ سے پہلے جو شریعتیں نازل ہو ئیں، وہ کتابیں بھی اللہ تبارک و تعالی ہی نے اتاریں اور انبیاء کرام لے کر آئے، اور وہ شریعتیں بھی اللہ رب العزت نے ہی نازل فرمائیں، اور حضرات انبیاء کرام لے کر مبعوث ہوئے، جس طرح قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا،

تو قرآن مقدس اور شریعت اسلامیہ کی طرح سابقہ کتب وشرائع کی حفاظت کاوعدہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیوں نہیں فرمایا،

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ سب اللہ رب العزت و الجلال کےاپنےفیصلہ ہیں،اوراپنے فیصلہ کی ساری حکمتوں اورمصلحتوں سے کما حقہ تو وہی واقف ہے، اسکی شان ہے

" فعال لما یرید " وہ ساری کائنات کا تنہا خالق اور مالک و مختار ہے، اپنی بادشاہت اور اپنی کائنات میں وہ جو چاہے فیصلے کرے " لایسئل عمار یفعل" کسی میں مجال نہیں جو اس سے سوال کرے، البتہ!

اتنی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے آقا و مولی جناب محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں، اور قرآن مقدس آخری کتاب، اور اسلامی شریعت آخری شریعت ہے، اب قیا مت تک کے لئے بعثت انبیاء و رسل اور نزول کتاب و شریعت کا یہ سلسلہ بند کر دیا گیاہے، اسکے برعکس نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تک یہ سلسلہ جاری تھا، لہذا ایک نبی مبعوث ہوتے ان پر کوئی کتاب وشریعت نازل ہوتی تو جب تک وہ بقیدحیات رہتے اپنی اسی کتاب و شریعت کی تعلیم و تبلیغ فرماتے پھر جب وہ دنیا سے تشریف لے جاتے، اور انکے بعد قوم کے اندر کوئی بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا یا کتاب و شریعت میں کوئی تحریف و تغییر ہو جاتا تو اللہ تبارک و تعالی کسی دوسرے نبی کو مبعوث فرما کر اس فساد وبگاڑ کی اصلاح فرما دیتے، یاپھر وقت اور زمانے کے حالات بدلنے سےقوموں کےمزاج اور طبیعت میں تبدیلی آتی تو وقت' اور قوم کے حالات کے مقتضی کے مطابق دوسری شریعت نازل فرما دیتے،

غرضیکہ بعثت انبیاء و رسل اور نزول کتاب وشریعت کاسلسلہ چونکہ جاری تھااسلئےان کتب وشرائع کی حفاظت کا ذمہ اللہ رب العزت نے خود نہیں لیا، بلکہ یہ ذمہ داری ان قوموں کےکاندھوں پر رکھی جو اس کے مخاطب تھے، لیکن

جب اللہ رب العزت و الجلال نے اپنے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلہ نبوت ورسالت اور نزول کتاب و شریعت کو قیامت تک بند کرنے کا فیصلہ فرما لیا اورفرمان خداوندی " ماکان محمد أبا احد من رجال ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" آ گیاجس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم نبوت ورسالت کے فیصلےکا واضح اعلان فرما دیا، اور تکمیل دین و شریعت کا مژدہ بھی سنا دیا " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"ان دونوں آیتوں کا مطلب صاف اورواضح ہےکہ دین و شریعت کی تکمیل ہو چکی، نبوت ورسالت کا دروازہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بند کر دیا گیا، اور نزول کتاب و شریعت کاسلسلہ قیامت تک کیلئےموقوف دیاگیا، لہذا اب نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تاقیامت کوئی نبی یا رسول نہیں آئےگا،اور قرآن اور مذہب اسلام کے بعد اب تاقیامت کسی اور کتاب یا شریعت کا نزول نہیں ہوگا،

تواب یہ سوال فطری تھاکہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قیامت کے درمیان اس طویل و عریض عرصہ میں امت محمد اور شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم کےاندر اگر کوئی فساد اور بگاڑ پیدا ہوا تو اسکی اصلاح کون کریگا، کیونکہ اب نہ تو کوئی پیغمبر آنے والےہیں،جو آکر اصلاح کردیں، نہ کوئی کتاب وشریعت نازل ہونےوالی ہے، اسلئے اللہ رب العزت والجلال نے قرأن مقدس، دین اسلام اور شریعت محمدی کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا، تاکہ اب یہی آخری کتاب اور آخری شریعت اپنی پوری

آب وتاب کے ساتھ جس طرح میں نے نازل کیامن وعن اسی طرح قیامت تک محفوظ رہے، اور نبی آخر الزماں، ہمارے محبوب اور لاڈلے رسول صلی أللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہی نبوت و رسالت کا سکہ تا قیامت چلتا رہے، یہ حفاظت خداوندی'مذہب اسلام، اور قرآن مقدس کے ان امتیازات و خصوصیات میں سے ہے جوکہ کسی اور مذہب وملت یاکسی کتاب وشریعت کو حاصل نہیں، اسلئے مذہب اسلام ہی ہمارا محبوب اور پسندیدہ مذھب ہے (واللہ اعلم)

اصلاحی مضامین

Post a Comment

About Us | Contact Us | Privacy Policy | Terms and Conditions | Disclaimer

Powered by Blogger

Theme images by Maliketh

© 2026 AL BALAGH AL QASMI. All Rights Reserved.

8